بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضری کے آداب
مع
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول حکایت کے بارے میں ایک اہم تحقیق

مصنف

شیخ امام سید محمد علوی مالکی

استاذ الحدیث مکۃ المکرمہ

محقق العصر مترجم تفسیر کبیر

مفتی محمد خان قادری

ترتیب

علامہ محمد نعیم جاوید نوری

ناشر: اسلامک ریسرچ

جامع مسجد حنفیہ فیضان رسول شام نگر چوبرجی لاہور

موبائل کا استعمال کس طرح کرنا چاہیے؟

تمام مسلمانوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ کسی کو بھی اپنا موبائل نمبر دیتے ہوئے ضرور تاکید کریں کہ بھائی! از راہ کرم آپ مجھے نمازوں کے اوقات میں فون نہ کریں اس جملے میں دو باتیں ہیں:

ا۔ امر بالمعروف "نماز کی دعوت" ۲۔ نہی عن المنکر "اوقات نماز میں فون نہ کرنے کی تاکید"

مسجد میں تشریف لانے والے حضرات کوشش کریں کہ سادہ موبائل استعمال کریں، جن میں میوزک اور گانوں والے رنگ ٹونز نہ ہوں اگر ایسا موبائل میسر نہ ہو تو کم از کم سادہ قسم کی بیل استعمال کریں۔ **Beep Once ، ring Once ، Once Ring Then Veb** استعمال کریں یا مسجد میں داخل ہوتے وقت موبائل فون بند کر دیں۔

اس کے باوجود اگر جلدی، غفلت یا سستی کی وجہ سے موبائل بند نہ ہو اور دوران نماز بیل آجائے تو فوراً (عمل قلیل سے) صرف ایک ہاتھ کا استعمال کر کے فون بند کر دیں، ایسا کرنے سے نماز میں فرق نہیں آئے گا۔ (احکام نماز کے مطابق عمل کیا جائے) بیل بند نہ کرنے کی صورت میں دوسرے لوگوں کی نماز متاثر بھی ہوگی اور آپ لوگوں میں نمایاں بھی ہو جائیں گے جو کہ باعث شرمندگی ہے۔

تلاوت قرآن کریم، نعت رسول مقبول ﷺ اذان کے الفاظ بیل کے لیے استعمال کرنا مناسب نہیں، کیونکہ قرآن مجید کا مقصد تلاوت کرنا، اللہ سے تعلق قائم کرنا ہے۔ نعت رسول مقبول ﷺ کا مقصد حضور اقدس ﷺ کی مدح سرائی ہے، اذان کا مقصد لوگوں کو نماز کی طرف بلانا ہے، یہ مکمل دعوت ہے شعائر اسلام میں سے ہے۔ اگر موبائل صارف کے نمبر پر کوئی فون کرتا ہے تو فون اٹھانے پر تلاوت قرآن مجید، نعت رسول مقبول ﷺ یا اذان کے الفاظ اکثر بیشتر نامکمل ہونا مستحسن عمل نہیں ہے حضرات و خواتین سے التماس ہے کہ تلاوت قرآن کریم، نعت رسول مقبول ﷺ، اذان کے الفاظ کو بطور بیل کے عمل کو ترک کریں نیز میوزک، گانے والی رنگ ٹیونز سے اجتناب کریں حتیٰ الامکان کوشش کریں کہ موبائل کو واش روم نہ لے کر جائیں اور اس پیغام کو دوسرے احباب تک پہنچانے کا سبب بیں۔ موبائل میں رنگ ٹیونز لوڈ کرنے والے بھی اس پہلو کو ملحوظ خاطر رکھیں کہ نیکی برباد کرنے اور گناہ لازم کرنے والے عمل میں شریک نہ بنیں۔ ایک اہم توجہ طلب بات یہ ہے کہ موبائل صارف نیٹ ورک پر چلنے والی قرعہ اندازی اسکیم میں شامل نہ ہوں اس میں جوئے کی مشابہت پائی جاتی ہے کالنگ ٹیونز کا استعمال بھی جائز نہیں کیونکہ کالنگ ٹیونز وہ بیل ہے جو کسی نمبر پر بھی فون کرنے کی صورت میں فون کرنے والا سنتا ہے

اللہ تعالیٰ عزوجل اپنے پیارے حبیب کریم ﷺ کے صدقے ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

بشکریہ ماہنامہ نور الحبیب بصیر پور

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ

بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضری کے آداب

مع

امام مالک رحمہ اللہ سے منقول حکایت کے بارے میں ایک اہم تحقیق

مصنف

شیخ امام سید محمد علوی مالکی رحمہ اللہ

استاذ الحدیث مکۃ المکرمہ

محقق العصر مترجم تفسیر کبیر

مفتی محمد خان قادری

ترتیب

علامہ محمد نعیم جاوید نوری

ناشر: اسلامک ریسرچ سنٹر

جامع مسجد حنفیہ فیضان رسول شام نگر چوبرجی لاہور

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضری (مع)

امام مالک رحمہ اللہ سے منقول حکایت

کے بارے میں ایک اہم تحقیق

مصنف:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔شیخ امام سید محمد علوی مالکی رحمہ اللہ

استاذ الحدیث مکۃ المکرمہ

محقق العصر مترجم تفسیر کبیر

مفتی محمد خان قادری

ترتیب:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامہ محمد نعیم جاوید نوری

حروف سازی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔محمد عمران عنصر

اشاعت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اکتوبر 2015ء

تعداد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔1100

ہدیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دعائے خیر بحق معاونین

بیرونی حضرات 15 روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوا سکتے ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف نوری

پوری دنیا سے سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضری دینے والے خوش نصیب مواجعہ شریف کی طرف منہ کر کے آپ ﷺ کی ذات مقدسہ کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں اور مناجات کرتے ہیں تو وہاں پر موجود شُرطے ایسا کرنے والوں کو نہ صرف منع کرتے ہیں بلکہ اس مستحسن عمل کو شرک و بدعت کا نام دیتے ہیں جبکہ مواجعہ شریف کی طرف منہ کر کے دعا مانگنا بڑے بڑے ائمہ ومحدثین کا طریقہ رہا ہے، ایسی ہی ایک مشہور حکایت امام دار الہجرہ امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ جس میں انہوں نے اس دور کے مشہور عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور کو حضور ﷺ کے مواجعہ شریف کی طرف منہ کر کے دعا مانگنے کی تعلیم ارشاد فرمائی تھی۔

بعض اہل علم کو اس حکایت کے ایک راوی ابن حمید کے بارے میں مغالطہ ہوا ان کا کہنا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ کا وصال ۱۷۹ھ میں ہوا جبکہ ابن حمید کا ۲۴۸ھ میں یعنی درمیان میں ۷۹ سال کا عرصہ ہے، لہٰذا ابن حمید کی تو امام مالک سے ملاقات ہی نہیں ہوئی تو یہ امام مالک سے کوئی روایت یا حکایت کیسے بیان کر سکتے ہیں۔

محقق العصر حضرت مفتی محمد خان قادری تفسیر کبیر نے تحقیق و ریسرچ سے معتبر اور مستند حوالہ جات کی روشنی میں اس مغالطہ کو دور فرمایا ہے، اس حکایت کے جس راوی پر طعن کیا جاتا ہے دراصل یہ راوی اور ہیں جبکہ اصل راوی محمد بن حمید نہیں بلکہ خالد بن حمید ہیں جو امام مالک کے شاگرد ہیں روایت کے اس اصلی راوی خالد بن حمید کا

وصال ۱۶۹ھ اور جبکہ امام مالک رحمہ اللہ کا وصال ۱۷۹ھ میں ہوا اس طرح خالد بن حمید اور حضرت امام مالک کی آپس میں ملاقات ثابت ہے لہذا یہ حکایت مستند ہے اس لیے اگر کوئی شخص مسجد نبوی ﷺ میں حاضری کے وقت حضور ﷺ کے روضہ پاک کی طرف منہ کر کے دعا مانگتا ہے تو یہ امام مالک کے نزدیک جائز ہے، اُمید ہے کہ راوی کے بارے میں اس مغالطہ کی وجہ سے جو حضرات اس اہم حکایت کو تسلیم نہیں کرتے تھے اب وہ اس علمی تحقیق کے بعد اپنے مؤقف سے رجوع کر کے عنداللہ ماجور ہونگے

اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے شبانہ روز محنت فرما کر اس اہم علمی مغالطے کو دور فرمایا۔

رسالے میں ہم نے میں اہل محبت کی مزید رہنمائی کے لیے مکہ شریف کے مشہور عالم دین فضیلت الشیخ السید محمد علوی المالکی رحمہ اللہ تعالیٰ کے تحریر کردہ بارگاہ نبوی ﷺ کے آداب بھی شامل کر دیئے تا کہ دربار رسالت کی حاضری سے زیادہ سے زیادہ فیض نصیب ہو۔

صد شکر کہ اس اہم علمی تحقیق کو رسالے کی شکل میں شائع کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ نے اسلامک ریسرچ سنٹر (متصل جامع مسجد فیضان رسول) شام نگر کو مرحمت فرمائی۔

اللہ تعالیٰ جملہ معاونین کو اپنی رحمتوں سے مالا مال فرمائے۔ آمین

طالب دعا:

(علامہ) محمد نعیم جاوید نوری

ناظم اعلیٰ: اسلامک ریسرچ سنٹر شام نگر چوبرجی لاہور

0321-6000012

بوقت حاضری ودعا چہرے کا حضور ﷺ کی طرف رکھنا

واقعہ امام مالک رحمہ اللہ کی حقانیت

اور اتصال پر دلائل و براہین

مترجم تفسیر کبیر

مفتی محمد خان قادری

کی تحقیق انیق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اکثر اہل علم، محدثین، حفاظ حدیث خصوصاً قاضی عیاض (ت:۵۴۴ھ) اور امام ابوالقاسم بن بشکوال (ت:۵۷۸ھ) نے احترام بارگاہ نبوی ﷺ کے حوالہ سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور (ت:۱۵۸) کا امام مالک رحمہ اللہ (ت:۱۷۹) سے مسجد نبوی ﷺ میں مباحثہ ہوا اور اس نے گفتگو کچھ بلند آواز سے شروع کی تو امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: اے بادشاہ! اس مسجد میں آواز بلند نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو آپ کی بارگاہ کا ادب سکھاتے ہوئے فرمایا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (پ۲٦، الحجرات:۲)	اے ایمان والو! اپنی آوازیں اُونچی نہ کرو اس نبی کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلّا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلّاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل ضائع نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

اور کچھ لوگوں کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ أُولٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّأَجْرٌ عَظِيمٌ (پ۲۶، الحجرات:۳)	بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

اور کچھ لوگوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ (پ۲۶، الحجرات:۴)	بلاشبہ جو لوگ حجروں کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔

اور آپ کی عزت وحرمت حالت وصال کے بعد بھی وہی ہے جو ظاہری حیات میں تھی اس لیے آپ کی بارگاہ میں اُونچی گفتگو ہرگز مناسب نہیں۔ ابو جعفر نے آپ کی بات کو تسلیم کیا اور آہستہ گفتگو شروع کی اور پوچھا، اے ابو عبد اللہ! (امام مالک کی کنیت) میں بارگاہ نبوی میں حاضری کے وقت

أأستقبل القبلة وأدعو ام أستقبل رسول الله ﷺ ؟	کیا میں قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کروں یا رسول اللہ ﷺ کی طرف منہ کر کے؟

امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا:

لـم تـصـرف وجهك عـنـه وهـو وسيـلتك ووسيلة ابيك آدم عليـه السلام الى الله تعالىٰ يوم القيامة ؟ بل استقبله واستشفع به فيشفعك الله

تم ان سے اپنا چہرہ کیسے پھیر سکتے ہو جو تمہارے وسیلہ اور تمہارے جد امجد آدم علیہ السلام کے قیامت کے روز وسیلہ ہونگے بلکہ ان کی طرف منہ کرو اور ان سے شفاعت چاہو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے شفاعت کو قبول کرے گا۔

اس کے بعد امام مالک نے یہ آیت مبارکہ تلاوت کی:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (پ۵، النساء:۶۴)

اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کرلیں تو آپ کی بارگاہ میں اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگیں اور رسول ان کی شفاعت کریں تو وہ پائیں گے اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا۔

(الشفاء بتعريف حقوق المصطفىٰ- فصل فى تعظيم النبى بعد موته، ۲،۵۹۵،۵۹۶)(القربة الى رب العالمين بصلاة على محمد سيد المرسلين: روایت،۸۴)

اس حکایت سے واضح ہو رہا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے آیت قرآن "وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا" کو عموم پر رکھتے ہوئے تا قیامت اُمت مسلمہ پر واضح کر دیا کہ یہ حکم صرف آپ کی ظاہری حیات کے ساتھ مختص نہیں بلکہ تا قیامت یہ فیضان جاری وساری

ہے اور یہ بھی اس واقعہ سے آشکار ہو رہا ہے کہ حاضری اور دعا کے وقت وہاں آدمی اپنا چہرہ کعبہ کی بجائے رسول اللہ ﷺ کی طرف کرے۔

اہل علم نے اس واقعہ کو نہ صرف قبول کیا بلکہ اسے نقل کر کے اس سے بارگاہ نبوی ﷺ کے مذکور ادب پر استدلال بھی کیا اور یہ بات بھی کہی کہ اس واقعہ کو ایسے جلیل القدر محدثین نے نقل کیا ہے کہ ان کا اسے نقل کر دینا ہی اس کی صحت وثقاہت کے لیے کافی ہے مثلاً امام عزالدین بن جماعہ کنانی (ت:۷۶۷) نے یہی واقعہ ان دونوں مذکور بزرگوں سے نقل کیا اور لکھا:

رواه الحافظان ابن بشكوال ثم القاضی عیاض فی "الشفاء" رحمهما الله تعالیٰ ولا یلتفت الی قول من زعم انه موضوع لهواه الذی اراده

(ہدایۃ السالک۔۳۔۱۳۸۱)

اس واقعہ کو دو حفاظ حدیث ابن بشکوال پھر قاضی عیاض نے "الشفاء" میں نقل کیا ہے تو اس آدمی کے قول کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی جس نے اپنی خواہش کو پورا کرنے کے لیے اسے من گھڑت قرار دیا

امام محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی (ت:۱۱۲۲) نے قاضی عیاض کے حوالہ سے لکھا:

واخرجها القاضی عیاض فی "الشفاء" من طریقه عن شیوخ عدة من ثقات مشایخه فمن این انها کذب ولیس فی اسنادها وضاع ولا کذاب

(شرح زرقانی علی المواہب۔۱۲۔۱۹۴)

اس حکایت کو قاضی عیاض نے "الشفاء" میں اپنی سند کے ساتھ اپنے متعدد ثقہ اساتذہ سے نقل کیا تو یہ جھوٹ کیسے ہو سکتی ہے جبکہ اس کی سند میں نہ کوئی وضع کرنے والا اور نہ کوئی کذاب راوی ہے۔

گویا اہل علم نے اس پر اعتماد کا اظہار کیا کہ جب ثقہ لوگوں نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے تو یہ کسی طرح بھی جھوٹ نہیں ہو سکتا۔

سند کا صحیح ہونا

اہل علم نے اس واقعہ کی سند کو صحیح قرار دیا مثلاً امام شہاب الدین احمد خفاجی (ت:۱۰۴۹) نے اسی پر ان الفاظ میں گفتگو کی:

وفی هذا رد علی ماقاله ابن تیمیة من ان استقبال القبر الشریف فی الدعاء عند الزیارة امر منکر لم یقل به احد ولم یرو الا فی حکایة مفتراة علی الامام مالك یعنی هذه القصة التی اوردها المصنف رحمه الله هنا ولله دره حیث اوردها بسند صحیح وذکر انه تلقاها عن عدة من ثقات مشایخه قوله انها کذب محض ومجازفة من ترهاته

(نسیم الریاض۔۴۔۴۸۶)

اس میں اس کا رد ہے جو ابن تیمیہ نے کہا کہ قبر انور کی طرف منہ کرنا زیارت کے وقت دعا میں ناپسندیدہ عمل ہے اس کا کسی نے قول نہیں کیا اور نہ ہی کسی سے مروی ہے ماسوائے اس حکایت کے جو امام مالک کے حوالہ سے گھڑی گئی ہے اس سے مراد یہی حکایت ہے جو مصنف رحمہ اللہ نے یہاں بیان کی اللہ تعالیٰ انہیں جزا دے کہ اس حکایت کو انہوں نے سند صحیح کے ساتھ یہاں ذکر کیا اور اسے اپنے متعدد ثقہ مشائخ سے نقل کیا ابن تیمیہ کا قول کہ یہ حکایت محض کذب اور خیال ہے یہ اس کا شیخیاں مارنا ہے۔

اسی طرح امام زرقانی مالکی (ت:۱۱۲۲) نے اسی روایت پر گفتگو کرتے ہوئے ایک مقام پر لکھا:

ان الحكاية رواها ابو الحسن علی بن فهر فی كتابه فضائل مالك ومن طريقه الحافظ ابوالفضل عياض فی "الشفاء" باسناد لابأس به بل قيل انه صحيح فمن اين انها كذب وليس فی رواتها كذاب ولا وضاع

(شرح زرقانی ـ۱۲ـ۲۱۴)

اس واقعہ کو شیخ ابوالحسن علی بن فہر نے اپنی کتاب ''فضائل مالک'' میں نقل کیا اور ایسی سند سے ابوالفضل قاضی عیاض نے ''الشفاء'' میں اپنی سند سے نقل کیا جس میں کوئی حرج نہیں بلکہ اسے صحیح قرار دیا گیا تو یہ جھوٹ کیسے ہوگی جبکہ اس کے راویوں میں نہ کذاب ہے اور نہ وضع کرنے والا۔

امام ابن حجر مکی (ت:۹۷۴ھ) نے ''الجوهر المنظم ''میں امام مالک رحمہ اللہ کی اس روایت کے بارے میں لکھا کہ یہ ایسی صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے جس پر کوئی طعن نہیں، اسی حکایت کے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وانكار ابن تيمية لهذه الحكاية عن مالك حتی لاترد عليه انكاره التوسل والتشفع به صلی الله عليه وسلم من خرافاته وتهوره كيف وقد جاءت عنه بالسند الصحيح الذی لا مطعن فيه

(الجوہر المنظم:۱۵۱)

امام مالک سے اس حکایت کے بارے میں ابن تیمیہ کا انکار کرنا اس کے خرافات اور جسارتوں میں سے ہے تاکہ اس کے آپ ﷺ کے ساتھ وسیلہ اور شفاعت حاصل کرنے کو رد نہیں کیا جائے گا اور یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ یہ امام مالک سے ایسی صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے جس پر کوئی طعن نہیں۔

امام یوسف بن اسماعیل نبہانی (ت:۱۳۵۰) نے بھی اس سند کو صحیح قرار دیتے ہوئے لکھا:

ذکرہ القاضی عیاض فی الشفاء وساقه باسناد صحیح (شواہد الحق:۱۱۶)

اس کا ذکر قاضی عیاض نے "الشفاء" میں کیا اور اسے اسناد صحیح کے ساتھ بیان کیا۔

سند کا جید ہونا

کچھ اہل علم نے صحیح کی جگہ جید کا لفظ استعمال کیا ہے:

امام سید نورالدین علی بن احمد سمہودی (ت:۹۱۱) نے اس واقعہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا:

وقال عیاض فی الشفاء بسند جید ان حمید احد الرواۃ عن مالك فیما یظهر (وفاء الوفاء:۴۔۱۳۷۶)

قاضی عیاض نے "الشفاء" میں سند جید کے ساتھ ابن حمید سے نقل کیا جو امام مالک کے راویوں میں سے ایک ہے۔

امام محمد بن یوسف صالحی شامی (ت:۹۴۲) نے بھی انہی الفاظ کے ساتھ اس حکایت کو نقل کیا:

وروی القاضی بسند جید عن ابن حمید

قاضی عیاض نے ابن حمید سے سند جید کے ساتھ اسے روایت کیا۔

(سبل الہدیٰ والارشاد:۱۲۔۳۹۵)

شیخ محمد علی بن حسین مکی مالکی نے "تھذیب الفروق" میں لکھا:

روا‌ها ابن حمید باسناد جید | اسے ابن حمید نے سند جید کے ساتھ
وروا‌ها القاضی عیاض فی الشفاء | روایت کیا اور قاضی عیاض نے "الشفاء"
باسناد صحیح رجاله ثقات لیس فی | میں ایسی صحیح سند کے ساتھ روایت کیا
اسناد ها وضاع ولا کذاب علی انها | جس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اس کی
قد عضدت بجریان العمل | سند میں نہ کوئی وضع کرنے والا اور نہ
وبالاحادیث الصحیحة الصریحة فی | جھوٹا ہے علاوہ ازیں اُمت کا عمل اور
جواز التوسل التی یعضد بعضها | احادیث صحیحہ واضح طور پر جواز توسل پر
بعضاً | ایک دوسرے کی معاون بنتی ہیں۔

(تهذیب الفروق والقواعد
السنیة فی اسرار الفقهیة:۳۔۵۹)

علامہ محمد عابد سندھی (ت:۱۲۵۷) نے بھی اس حکایت کی سند کو جید قرار دیا۔

(التوسل واحکامه)

ابن حُمید کون شخص ہیں؟

یہ مذکورہ حکایت جسے محدثین اور حفاظ حدیث نے روایت کیا ہے اس کی سند میں ایک شخصیت کا نام "ابن حمید" ہے اس شخص کے بارے میں یہ وضاحت اور تفصیل ضروری ہے کہ یہ کونسی شخصیت ہیں؟ اسے واضح کرنا ضروری اس لیے ہے کہ جب یہ واضح ہو جائے کہ اس راوی پر کوئی طعن نہیں تو آشکار ہو جائے گا کہ یہ حکایت سچی ہے تو آیئے ہم پہلے اس شخصیت کے حوالے سے گفتگو کیے دیتے ہیں۔

قاضی عیاض نے اس حکایت کی سند یوں بیان کی ہے:

حدثنا ابو الحسن علی بن فهر حدثنا ابوبکر محمد بن احمدبن الفرج

حدثنا ابو الحسن عبد الله بن المنتاب حدثنا یعقوب بن اسحاق بن ابی اسرائیل حدثنا ابن حمید

اس کی شرح میں امام شہاب الدین احمد خفاجی (ت:۱۰۶۹) نے لکھا:

ابن حمید بتصغیر ابن حمید بن ثعلبة احد رواة مالك (نسیم الریاض:۴۔۴۸۴)

اسے بصورت تصغیر حُمید پڑھا جائے گا یہ امام مالک سے روایت کرنے والوں میں ایک ہیں ان کا نام ابن حمید بن ثعلبہ ہے۔

یعنی یہاں ابن حمید سے وہ شخصیت مراد ہے جن کی کنیت ابن ثعلبہ ہے اور یہ امام مالک کے شاگرد ہیں جب ہم نے اسے تلاش کیا تو خود قاضی عیاض رحمہ اللہ (ت:۵۴۴) اس راوی کا تعارف یوں کرواتے ہیں:

یقال خالد بن ابی ثعلبةابو حمید مولی حرة اسکندرانی ، قال الکندی کان فقیهاً من اصحاب مالك روی عنه هانی بن المتوکل وسعید بن سابق بن عابد مولده سنة ثلاث عشرة وتوفی سنة تسع وستین ومائة (ترتیب المدارک:۱۔۱۷۸) (مطبوعہ جدید:۳۔۶۳)

ان کا نام خالد بن ابی ثعلبہ ابوحمید ہے جو حرہ سکندرانی کے آزاد کردہ ہیں امام کندی لکھتے ہیں کہ یہ امام مالک کے شاگردوں میں سے فقیہ ہیں ان سے ہانی بن متوکل اور سعید بن سابق بن عابد نے پڑھا ان کی ولادت ایک سو تیرہ اور وفات ایک سو انہتر ہے۔

یعنی یہ ابن ابی ثعلبہ خالد بن حمید ہیں اور یہ امام مالک کے شاگردوں میں سے بہت بڑے فقیہ ہیں ان کا وصال ۱۶۹ھ جبکہ امام مالک کا وصال ۱۷۹ھ ہے۔

ڈاکٹر قاسم علی سعد ''''تراجم الفقهاء المالكية'' میں حرف خاء کے تحت لکھتے ہیں:

خالد بن حميد بن ابی ثعلبة ابو حميد المهری الاسكندرانی الفقيه وقد ينسب الى جده صحب مالك بن انس وروى عن بكر بن عمرو المعافری والعلاء بن كثير وغيرهم روى عنه هانی بن المتوكل وبقية بن الوليد وعبدالله بن وهب وغيرهم قال الكندی كان فقيهاً من اصحاب مالك ولد سنة ثلاث عشرة وتوفی سنة تسع وستين ومئة

(جمهرة تراجم الفقهاء المالكيه: ۱۔۴۳۹)

خالد بن حمید بن ابی ثعلبہ ابوحمید مہری سکندرانی فقیہ ہیں کبھی ان کی نسبت ان کے دادا کی طرف کی جاتی ہے یہ امام مالک کے شاگرد ہیں اور انہوں نے بکر بن عمرو معافری اور علاء بن کثیر اور دیگر اساتذہ سے پڑھا اور ان سے ہانی بن متوکل بقیہ بن ولید، عبداللہ بن وہب اور دیگر نے حدیث لی، شیخ کندی لکھتے ہیں یہ امام مالک کے شاگردوں میں سے فقیہ ہیں ان کی ولادت ۱۱۳ھ اور وصال ۱۶۹ھ ہے۔

اہل علم نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ ان کا امام مالک سے سماع ثابت ہے مثلاً قاضی عیاض رحمہ اللہ نے ''ترتیب المدارك'' میں لکھا:

قال خالد بن حمید: سمعته یقول : علیك بمجالسة من یزید فی علمك قوله ویدعوك لحال الآخرة فعله وایاك ومجالسة من یعللك قوله ویعیبك دینه ویدعوك الی الدنیا فعله (ترتیب المدارک:۱۔۹۸) (مطبوعہ جدید:۲۔۶۴)	خالد بن حمید کہتے ہیں میں نے امام مالک کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ان لوگوں کی مجلس لازم ہے جن کا قول تمہارے علم میں اضافہ کرے اور جن کا فعل تمہیں آخرت کی طرف دعوت دے اور ان لوگوں کی مجلس سے بچو جن کا قول تمہیں خراب و برباد کرے اور تمہارے دین کو عیب ناک کرے اور ان کا فعل تمہیں دنیا کی طرف دعوت دے۔

شفاء السقام، کے محقق شیخ حسین بن محمد علی شکری نے بھی قاضی عیاض کی ترتیب سے اسی عبارت کی طرف یوں اشارہ کیا کہ امام خفاجی نے ''نسیم الریاض'' (۳:۳۹۷) شرح میں ابن حمید کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

ابن حمید بن ابی ثعلبة احد رواة مالك وهو خالد بن حمید بن ابی ثعلبة ابو حمید الاسكندرانی ولد سنة ۱۱۳ھ وتوفی سنة ۱۶۹ھ	ابن حمید بن ابی ثعلبہ ہیں یہ امام مالک کے راویوں میں سے ایک ہیں اور وہ خالد بن حمید بن ابی ثعلبہ ابو حمید سکندرانی ہیں جن کی ولادت ۱۱۳ھ اور وصال ۱۶۹ھ ہے۔

قاضی عیاض نے ''ترتیب المدارك'' (۳۔۶۳) پر امام محمد بن یوسف کندی سے نقل کیا:

كان فقيهاً من اصحاب مالك	اصحاب مالک میں سے بہت بڑے فقیہ
وقد ذكره القاضی عياض فی	ہیں اور ان کا ذکر قاضی عیاض نے
الطبقة الاولیٰ من اصحاب امام	اصحاب مالک کے طبقہ اولیٰ میں کیا جن
مالك الذين عرفهم بقوله اولاها	کی تعریف انہوں نے اپنے ان الفاظ
من كان له ظهور فی العلم مدة	میں کی کہ ان میں سے پہلے وہ جن کے
حياته وقد قاربت وفاته مدة وفاته	علم کا ظہور ان کی زندگی کے اندر ہی
(ترتیب المدارک:۳۔۱)	ہو گیا اور ان کی وفات امام مالک کی
	وفات کی مدت کے قریب ہی ہے۔

اور امام مالک کا وصال ۱۷۹ھ اور ابن حمید کی وفات ۱۶۹ھ ہے ان کی عمر چھپن سال ہے۔

قاضی عیاض نے ''ترتیب المدارک'' (۲۔۶۴) پر ابن حمید کا امام مالک سے سماع ذکر کیا اس پر مذکور محقق نے لکھا:

فظهر بحمد الله وحسن توفيقه	اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی توفیق سے
الصواب فيمن هو ابن حميد وليس	ابن حمید کے بارے میں درست رائے
الذی عاند ابن عبد الهادی فی	سامنے آگئی اور یہ وہ راوی نہیں جن کی
تعيينه ليوافق شيخه فی تكذيب	تعیین میں ابن عبد الہادی نے عناد
هذه القصة	سے کام لیا تا کہ وہ اس قصہ کو جھوٹا قرار
(حاشیہ شفاء السقام:۳۵۱ تا ۳۵۲)	دینے میں اپنے شیخ ابن تیمیہ کے
	موافق ہو جائیں۔

یہاں اس چیز کا بیان بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ شیخ ابن تیمیہ کے متبعین نے ان کی تقلید میں یہاں تک لکھ دیا کہ ''ترتیب المدارك'' میں قاضی عیاض نے ابن حمید کا کوئی تذکرہ کیا ہی نہیں مثلاً ڈاکٹر عبد اللہ بن دجین سہلی نے ابن تیمیہ کی کتاب ''الاستغاثة فی الرد علی البکری'' میں اسی بات کو ان الفاظ میں تحریر کیا:

هذه الحكاية منقطعة فان محمد بن حميد الرازی لم يدرك مالكاً لا سيما فی زمن ابی جعفر المنصور فان ابا جعفر توفی سنة ۱۵۸ھ وتوفی الامام مالك سنة ۱۷۹ھ وتوفی محمد بن حميد الرازی سنة ۲۴۸ھ ولم يخرج من بلده حين رحل فی طلب العلم الا وهو كبير مع ابيه

یہ حکایت منقطع ہے کیونکہ محمد بن حمید رازی نے امام مالک کو نہیں پایا خصوصاً ابو جعفر منصور کا دور کیونکہ ابو جعفر ۱۵۸ھ میں فوت ہو گئے اور امام مالک کا وصال ۱۷۹ھ ہے اور محمد بن حمید رازی ۲۴۸ھ میں فوت ہوئے جبکہ وہ اپنے شہر سے نہیں نکلے جب انہوں نے طلب علم کے لیے سفر کیا تو وہ اپنے والد کے ساتھ بڑی عمر میں نکلے۔

(دیکھئے: قاعدہ جلیلہ: ۱۲۲۔ اور ان کا تذکرہ کسی نے بھی تلامذہ مالک میں سے نہیں کیا)

وقد قسم القاضی عياض فی ترتيب المدارك الرواة عن مالك الی طبقتين كبری وصغری وعلی حسب البلدان ولم يذكر فيه ابن حميد

(حاشیہ الاستغاثہ: ۲۶۴ تا ۲۶۵)

قاضی عیاض نے ''ترتیب المدارک'' میں امام مالک کے راویوں کو دو طبقات میں تقسیم کیا طبقہ کبریٰ اور صغریٰ اور شہروں کے متعلق لیکن ان میں ابن حمید کا کوئی تذکرہ نہیں۔

یہ بات درست ہے کہ محمد بن حمید رازی کا تذکرہ وہاں نہیں ملتا لیکن ابن حمید کا تذکرہ ''ترتیب المدارک'' میں موجود ہے جس کی تفصیل آپ پیچھے ترتیب ہی کے حوالہ جات میں ملاحظہ کر چکے ہیں کہ جو ابن حمید یہاں مراد ہیں ان کا نام خالد بن حمید ہے اور وہ امام مالک کے شاگردوں میں شامل ہیں بلکہ بہت بڑے فقیہ اور ان کی امام مالک سے حدیث حاصل کرنے پر تصریح موجود ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے اسی خالد بن حمید سے احادیث منقول ہیں جو انہوں نے امام مالک بن انس سے روایت کیں مثلاً امام طبرانی کی ''مسند شامیین'' کو ملاحظہ کیجیے اس میں روایت (۱۳۲۶) یوں ہے:

حدثنا خير بن عرفه المصری، ثنا هانی بن المنصور المتوكل الاسكندرانی، ثنا خالد بن حميد عن مالك بن انس عن سعيد المقبری عن ابی هريرة عن رسول الله ﷺ من كانت عنده مظلمة لاخيه من مال او عرض فلياته فليتحلله من قبل ان يؤخذ منه وليس ثم دينار ولا درهم فان كانت له حسنات اخذ من حسناته صاحبه والا اخذ من سيآت

ہمیں خیر بن عرفہ مصری نے انہوں نے ہانی بن منصور متوکل سکندرانی سے انہوں نے خالد بن حمید سے انہوں نے امام مالک بن انس سے انہوں نے سعید مقبری سے انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص پر کسی اپنے بھائی کے مالی یا عزت کے حوالہ سے کوئی ظلم ہوگا اسے لایا جائے گا اور اس سے اس کا بدلہ لیا جائے گا وہاں نہ کوئی درہم ہوگا نہ دینار اگر اس کے

لصاحبه فطرحت علیه

(مسند الشامیین للطبرانی:۲-۲۷۳)

پاس کوئی نیکیاں ہوئیں تو اس کی نیکیوں میں سے لے کر اس کے بھائی کو دیدی جائیں گے ورنہ اس کے بھائی کی بُرائیاں لے کر اس آدمی پر ڈال دی جائیں گی

متبعین ابن تیمیہ کا مغالطہ

الغرض یہ چیز اپنے اس انتہا کو پہنچ چکی ہے کہ خالد بن حمید، امام مالک کے تلامذہ میں سے ہیں اور ان سے حدیث پڑھنے پر تصریح موجود ہے لہذا یہ کہنا کہ یہ راوی محمد بن حمید ہیں جن کی وفات ۲۴۸ھ ہے اور خلیفہ ابو جعفر منصور کی وفات ۱۵۸ھ ہے تو اس راوی کی ان سے ملاقات ثابت نہیں لہذا یہ روایت منقطع ہے یہ بات ہرگز درست ہی نہیں کیونکہ یہ راوی محمد بن حمید نہیں بلکہ خالد بن حمید ہے اس کا تذکرہ آپ تفصیلاً پڑھ چکے ہیں۔

شیخ ابن تیمیہ نے اس حکایت کا رد کرتے ہوئے متعدد مقامات پر یہ تصریح کی ہے کہ یہ سراسر جھوٹ ہے مثلاً ''مجموعة الفتاوی'' میں ایک مقام پر لکھتے ہیں:

ولکن بعض الجهال ینقل هذا عن مالك ویستند الی حکایة مکذوبة عن مالك

بعض جاہلوں نے امام مالک سے اسے نقل کیا اور امام مالک کی طرف جھوٹی حکایت کی نسبت کی۔

آگے چل کر قاضی عیاض کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

ثم ذکر حکایة باسناد غریب منقطع

پھر انہوں نے غریب و منقطع سند سے حکایت ذکر کی۔

اس کے بعد وہ حکایت اور واقعہ نقل کیا اور لکھتے ہیں:

قلت هذه الحكاية منقطعة فان محمد بن حميد الرازی لم يدرك مالكاً لاسيما فی زمن ابی جعفر المنصور فان ابی جعفر توفی بمكة سنة ثمان وخمسين ومائة وتوفی مالك سنة تسع وسبعين ومائة وتوفی محمد بن حميد الرازی سنة ثمان واربعين ومائتين ولم يخرج من بلده حين رحل فی طلب العلم الا وهو كبير مع ابيه وهو مع هذا ضعيف عند اكثر اهل الحديث

میں کہتا ہوں یہ حکایت منقطع ہے کیونکہ محمد بن حمید رازی نے امام مالک کونہیں پایا خصوصاً ابوجعفر منصور کے زمانہ میں کیونکہ ابوجعفر مکہ میں ۱۵۸ھ میں فوت ہوئے اور امام مالک ۱۷۹ھ میں اور محمد بن حمید رازی ۲۴۸ھ میں فوت ہوئے جبکہ انہوں نے طلب علم کے لیے کوئی سفر نہیں کیا مگر اپنے والد کے ساتھ جب وہ بڑے ہوگئے ان کے ساتھ ساتھ وہ اکثر محدثین کے ہاں ضعیف ہیں۔

انہیں ابوزرعہ اور ابن وارہ نے کاذب قرار دیا، اور صالح بن محمد اسدی نے کہا، میں نے ان سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ پر جرأت کرنے والا کوئی نہیں دیکھا اسی طرح دیگر محدثین کے اقوال نقل کر کے لکھا:

وهذه الحكاية لم يذكرها احد من اصحاب مالك المعروفين بالاخذ عنه ومحمد بن حميد ضعيف عند اهل الحديث اذا اسند فكيف اذا ارسل

اس حکایت کو امام مالک کے معروف شاگردوں میں سے کسی نے ذکر نہیں کیا اور محمد بن حمید اکثر محدثین کے ہاں جب وہ سند کے ساتھ روایت

کریں وہ ضعیف ہیں کیسی صورت ہو
گی جب انہوں نے یہ حکایت بطورا
رسال اپنی طرف سے بیان کی اگر ان
سے ثابت ہو جبکہ اصحاب مالک اس
پر متفق ہیں کہ یہ ایسی نقل امام مالک
سے ثابت ہی نہیں۔

حكاية لاتعرف الا من جهة هذا ان
ثبت عنه واصحاب مالك متفقون
على انه بمثل هذا النقل لا يثبت عن
مالك

(مجموعۃ الفتاویٰ:۱۔۱۶۴تا۱۶۶)

یہی بات آگے ان کے متبعین نے بھی کی، شیخ ابن عبد الہادی سے لے کر مولانا فضل الرحمٰن بن محمد ازہری تک اس راوی کا یہی نام لیتے اور یہی ان پر جرح وقدح نقل کی اور واضح طور پر کہا کہ یہ حکایت منقطع اور سر سرا جھوٹی ہے۔

لیکن اب آپ نے تفصیلاً یہ چیز ملاحظہ کر لی کہ قاضی عیاض کی بیان کردہ سند میں ابن حمید سے مراد خالد بن حمید ہیں جن کا وصال ۱۶۹ھ جبکہ امام مالک رحمہ اللہ کا وصال ۱۷۹ھ ہے اور اس سے مراد محمد بن حمید نہیں جو ۲۴۸ھ میں فوت ہوئے۔

سوال: آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ اس ابن حمید سے مراد خالد بن حمید ہی ہیں؟

جواب: اس روایت کو تمام اہل علم نے متصل حسن، صحیح اور جید قرار دیا کسی نے بھی اس کے انقطاع کی بات نہیں کی یہ بات تب ہی ثابت ہے جب ابن حمید سے مراد محمد بن حمید نہ ہوں اور کوئی ایسا راوی ہو جس کی امام مالک اور ابو جعفر منصور سے ملاقات ثابت ہو اور وہ خالد بن حمید تو ہو سکتے ہیں محمد بن حمید رازی نہیں ہو سکتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ امام شہاب الدین احمد خفاجی (ت:۱۰۶۹) نے ابن حمید کے بارے میں لکھا کہ ان کی کنیت ابن ثعلبہ ہے یہ کنیت خالد بن حمید کی تو ہے محمد بن حمید رازی کی نہیں جس سے واضح ہوجاتا ہے کہ اس سے مراد خالد بن حمید ہی ہیں جو امام مالک کے شاگردوں میں شامل ہیں۔

سوال: امام احمد خفاجی نے ابن حمید کی کنیت ابن ثعلبہ لکھی حالانکہ خالد بن حمید کی کنیت ابن ابی ثعلبہ ہے؟

جواب: آپ پیچھے مالکی علماء کی تصریحات پر نظر ڈالیں تو واضح ہوجائے گا کہ اس راوی کو ان کے دادا اور جد کی طرف بھی منسوب کیا جاتا ہے ان کے الفاظ یہ ہیں:

خالد بن حمید بن ابی ثعلبة ابو حمید المهری الاسكندرانی الفقيه وقد ينسب الى جده صحب مالك بن انس

(جمهرة تراجم الفقهاء المالكيه: ۱۔۴۳۹)

خالد بن حمید بن ابی ثعلبہ ابوحمید مہری سکندرانی فقیہ ہیں کبھی ان کی نسبت ان کے دادا کی طرف کی جاتی ہے یہ امام مالک بن انس کے شاگرد ہیں۔

یاد رہے ان بارگاہ نبوی ﷺ کے حاضری کے مخالفین کا یہ وطیرہ ہے جب وہ اُمت کے سامنے دلائل سے عاجز آجاتے ہیں تو سرے سے اس روایت کو کذب وجھوٹ قرار دیدتے ہیں مثلاً یہی شکایت امام زرقانی نے یوں کی ہے:

فصار كل ما خالفه عنده كالصائل لايبالي بما يدفعه فاذا لم يجد له شبهة واهية يدفعه بها بزعمه انتقل الى دعوى انه كذب على من نسب اليه مجازفة وعدم نصفةوقد انصف من قال فيه علمه اكبر من عقله

(زرقانی:۱۲۔۱۹۵)

جو بھی اس کے مخالف ہو اس پر اس حملہ آور کی طرح ہو جاتا ہے جسے یہ پرواہ نہیں کہ کس چیز سے اس کا دفاع کیا جا رہا ہے جب وہ کوئی شبہ بھی اپنے زعم میں دفاع کر لیے نہیں پاتا تو ایسے دعوی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے اور جس کی طرف اس کی نسبت کی گئی ہے وہ محض اندازہ اور عدم انصاف ہے اس کے بارے میں اس شخص نے نہایت ہی انصاف سے کام لیا جس نے کہا کہ اس میں اس کا علم اس کی عقل سے زیادہ ہے۔

دوسرے مقام پر اسی بات کی تفصیل اپنے الفاظ میں یوں بیان کی:

صار كل ماخالف ما ابتدعه بفاسد عقله عنده كالصائل لا يبالي بما يدفعه فاذالم يجد له شبهة واهية يدفعه بها بزعمه انتقل الى دعوى انه كذب على من نسب اليه مباهته ومجازفة

(زرقانی علی المواہب:۱۲۔۲۱۵)

جو چیز بھی اس کے گھڑے ہوئے فاسد عقل کے خلاف ہو اس پر وہ ایسے حملہ آور کی طرح ہو جاتا ہے کہ اسے پرواہ نہیں کہ کس سے اس کا دفاع کیا جائے گا جب وہ اپنے زعم میں کوئی کمزور شبہ بھی دفاع کا نہیں پاتا تو وہ اس دعویٰ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے کہ جس کی طرف یہ واقعہ منسوب کیا گیا وہ سراسر جھوٹ ہے

شفاء کے محقق شیخ حسین محمد علی شکری نے بھی یہی رونا ان الفاظ میں رویا:

وذکر من رد علی ابن تیمیة قوله بان الحکایة کذب فانظر کیف یطلق ابن تیمیة الطعن بالکذب علی عدة شیوخ ثقات للامام القاضی عیاض رحمهم اللہ تعالیٰ ولیس ذلک منه الا لاثبات رأیه وهذا مثل قوله بان احادیث الذیارة موضوعة اومکذوبة ولاحول ولاقوة الا باللہ (حاشیہ شفاء السقام:۳۴۸)

جن لوگوں نے ابن تیمیہ کے اس قول کا رد کرتے ہوئے کہا کہ یہ حکایت جھوٹی ہے غور کیجئے ابن تیمیہ نے قاضی عیاض کے متعدد ثقہ اساتذہ پر جھوٹ کا طعن کیسے کر دیا اور یہ صرف اپنی رائے کو ثابت کرنے کے لیے کیا اور یہ اس کے اس قول کی طرح ہے کہ تمام احادیث زیارت من گھڑت یا جھوٹ ہیں ''ولاحول ولاقوة الا باللہ''

جس کی طرف اس محقق نے اشارہ کیا ہے کہ وہ احادیث زیارت کو صرف ضعیف ہی نہیں کہتے بلکہ تمام کو موضوع قرار دیتے ہیں حالانکہ انہیں ان کے متعدد اہل علم نے ضعیف قرار دیا۔ شیخ ابوطیب صدیق الحسن بھوپالی (ت:۱۳۰۷) انہی احادیث پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان تلك الاحاديث لكلم فيها اهل الحديث ولم يصح منها الاشیء يسير حكموا عليه ايضا بالضعف و اللين ولا حجة بالضعاف في مثل هذه المسائل

(الدین الخالص:۳۔۳۶۸)

ان احادیث کے بارے میں محدثین نے گفتگو کی ہے اور ان میں سے تھوڑی سی چیز کے علاوہ کوئی صحیح نہیں اور اس پر بھی انہوں نے ضعف اور کمزوری کا حکم لگایا ہے اور ایسے مسائل میں ضعیف حدیث حجت نہیں ہوتی۔

علامہ محمد بن امیر صنعانی (ت:۱۱۸۲) احادیث زیارت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

واما شدالرحل لمجرد زيارة قبر نبينا عليه صلى الله وسلم

ففيه احاديث وان لم تسلم عن المقال

فمجموعه ينهض على الاستدلال على

مشروعية ذلك وندبه ولم يعارضها نهى الا

ماتكلفه ابن تيمية من اخذه من حديث

"لاتشد الرحال" وقد حققنا لك المنهى عنه

ورود النص ببيانه

(مجموع فیہ فتاویٰ ورسائل، مسئلہ شدالرحال:۱۸۴)

ہمارے نبی علیہ صلی اللہ وسلم کی صرف قبرانور کی زیارت کے لیے سفر

کرنے کے بارے میں احادیث ہیں اگر چہ وہ کچھ گفتگو

سے سالم نہیں لیکن ان کا مجموعہ اس سفر کے مشروع اور

مندوب ہونے پر استدلال کے لیے کافی ہے اوران سے

کوئی نہی معارض نہیں مگر وہ چیز جو ابن تیمیہ نے بطور

تکلف اس حدیث "لاتشدالرحال" سے اخذ کی اور

ہم نے تمہارے سامنے اس سے ممنوع چیز کی تحقیق کردی

ہے جس کے بیان کے بارے میں نص وارد ہے۔

شیخ ابن تیمیہ کے دفاع میں ''الردالوافر'' جیسی کتاب تحریر کرنے والے حافظ محمد بن عبداللہ بن ناصرالدین دمشقی (ت:۸۴۲) نے احادیث زیارت کے حوالے سے جو کچھ لکھا ہے وہ ہم سب کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے، احادیث زیارت پر گفتگو کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وفیما قدمنا الترغیب فی فضل الزیارة التی اقامت بها الامة للدین شعاره فزیارة قبر النبی صلی الله علیه وسلم سنة من سنن اهل الاسلام وهی قربة مجمع علیها وفضیلة مرغب فیها مندوب الیها واحادیثها متعلقات بالقبول والامتثال وان کان فی بعض اسنادها مقال ولا یتکلم فیها بما یردها الا کل مخذول ولا یطعن فیها بالوضع الا کل مرتاب جهول نعوذ بالله من الخذلان والشقاوة والحرمان (جامع الآثار فی مولد النبی المختار ﷺ: ٦-٣٣٢٦)

ہم نے جو احادیث پیچھے بیان کی ہیں یہ زیارت کی فضیلت میں شوق دلاتی ہیں ان کے ساتھ اُمت نے دین کے شعار کو قائم کیا کہ نبی کریم ﷺ کی قبر انور کی زیارت اہل اسلام کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے اور یہ ایسی قربت ہے جس پر اُمت کا اجماع ہے اور ایسی فضیلت ہے جس پر شوق دلایا گیا اور اسے مستحب قرار دیا اس بارے میں احادیث قبولیت اور بجا آوری سے متعلق ہیں اگرچہ ان کی بعض سندوں میں کچھ گفتگو ہے ان کے رد کرنے کے بارے میں دلیل کے علاوہ کوئی گفتگو نہیں کرتے اور ان پر من گھڑت ہونے کا طعن شکی اور جاہل ہی کر سکتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی رُسوائی ،شقاوت اور محرومی سے اپنی پناہ عطا فرمائے۔

آپ نے اچھی طرح ملاحظہ کرلیا کہ اس حکایت کو منقطع اور جھوٹ ثابت کرنے کے لیے کس قدر مخالفین نے زور لگایا اور ایسے راوی کو سامنے لایا گیا جس پر محدثین کی جرح ہے اور ان کی امام مالک اور ابو جعفر منصور سے ملاقات ہی ثابت نہیں جبکہ

اُمت کے تمام اہل علم نے اس حکایت کو چھان پھٹک کے بعد صحیح، حسن اور جید قرار دیا اور اس حکایت کو متصل اور سچا واقعہ کہا اور اسی سے استدلال کیا کہ امام مالک رحمہ اللہ حاضری کے وقت دعا میں قبلہ رُخ ہونے کی بجائے آپ ﷺ کی طرف منہ کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

چاہیے تو یہ تھا کہ جب امام احمد خفاجی (ت:۱۰۶۹) نے اس راوی کے بارے میں نشاندہی کر دی کہ یہ ابن حمید بن ابی ثعلبہ ہیں یعنی اس سے مراد محمد بن حمید رازی نہیں بلکہ خالد بن حمید مراد ہیں جو امام مالک رحمہ اللہ کے جید تلامذہ میں شامل اور ان سے احادیث پڑھنے والے ہیں اور ان کا وصال ۱۶۹ھ اور جبکہ امام مالک رحمہ اللہ کا وصال ۱۷۹ھ ہے، اسی طرح ان دونوں کی آپس میں ملاقات نہایت ہی واضح اور آشکار ہے۔

اس تحقیق کے بعد تو مخالفین کو چاہیے تھا کہ وہ اپنی غلطی تسلیم کر لیتے اور آئندہ اس روایت کو منقطع اور جھوٹ قرار نہ دیتے لیکن انہوں نے اب تک وہی وطیرہ اپنا رکھا ہے جو خلاف تحقیق ہے۔

بندہ اُمید کرتا ہے کہ ان معلومات کو فراہم کرنے کے بعد مخالفین اپنے معاملہ پر نظر ثانی کریں گے یا ہمیں ہماری تحقیق میں غلطی سے آگاہ کریں کیونکہ مقصد کسی کو نیچا دکھانا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں سرخروئی ہے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حاضری اور مجاورت کے آداب

اب ہم یہاں زیارت اور شہرِ مدینہ میں قیام کے آداب ذکر کرتے ہیں :

۱۔ زائر جب گھر سے روانہ ہو تو سفر کی ابتدا میں ان امور کو بجالائے :

اللہ تعالیٰ سے خیر کی دعا ، تجدیدِ توبہ ، وصیت ، ہر ایک سے راضی ہونا اور دوسروں کو راضی کرنا ، سفر کا خرچ ، دو رکعات نماز کی ادائیگی اور دعا کے ساتھ اپنے خاندان اور اہل محلہ سے الوداع ہونا ، صدقہ کرنا اور دیگر آداب جن کا ذکر باب الحج میں کیا جاتا ہے ۔

۲۔ اخلاصِ نیت ، آپ کی خدمت میں حاضری کی نیت ، اس کے ساتھ مسجد نبوی کی زیارت اور اس میں نماز کی بھی نیت کرے کیونکہ اس میں آپ کے حکم کی بجاآوری ہے ، اور حدیث میں جو آیا ہے کہ "میرے پاس آنے کے علاوہ کوئی نیت نہ ہو" اس سے مراد وہ اشیاء ہیں جو زیارت کے منافی ہوں ۔ لہٰذا زائر مسجد نبوی میں اعتکاف ، تعلیم و تعلم ، درس و تدریس ، ذکر الٰہی اور کثرت سے درود و سلام کی نیت بھی کرے

۳۔ شوق و ذوق میں ڈوب کر سفر کیا جائے ۔ جیسے جیسے سفر ختم ہوتا جائے اور قربت ہوتی جائے ، شوق میں اضافہ ہوتا جائے کیونکہ آپ کی محبت کا لازمہ ہے کہ آپ کی زیارت کے بارے میں کثرتِ شوق ہو اور آپ کے آثار، شہ

گلیاں اور انوار و تجلیات کے طلبِ قرب میں بھی اضافہ ہوتا جائے۔

تلک الدیار التی قلب المحب شوق الیھاد تذکار والشجان

یہی وہ وطن ہے کہ محب کا دل اسی طرف کھنچا رہتا ہے۔ اسی کا تذکرہ اور اسی کے ہجر و فراق میں غمگین رہتا ہے۔

وانۃ وحنین کلما ذکرت ولوعۃ و شجی منہ واحزان

اسی کے یادوں میں آنسو بہاتا ہے اور اسی کے لیے بیمار، غمگین اور پریشان رہتا ہے۔

۴۔ جب زائر گھر سے نکلے تو اللہ کی بارگاہ میں یہ التجا کرے۔

میں اللہ کے نام سے شروع کر رہا ہوں، اللہ پر ایمان رکھتا ہوں۔ اللہ میرے لئے کافی ہے۔ میں اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں۔ اللہ بلند و عظیم کے بغیر کوئی قوت و طاقت نہیں۔ اے اللہ میں تیری طرف نکلا ہوں اور تو نے مجھے اس سفر کی توفیق بخشی۔ اے اللہ مجھے سلامتی اور مجھ سے سلامتی عطا فرما۔ اے اللہ مجھے گھر سلامتی کے ساتھ واپس لوٹا۔ اے اللہ میں تیرے دامنِ رحمت میں پناہ لیتا ہوں اس بات سے کہ میں گمراہ کروں یا ہو جاؤں، میں پھسل جاؤں یا پھسلایا جاؤں، میں ظلم کروں یا ظلم کیا جاؤں، میں جہالت کا طریقہ اپناؤں یا میرے بارے میں اپنایا جائے۔ تیرا پڑوسی و قریبی عزت پاتا ہے۔ تیری ثنا بالا ہے۔ تیرا نام عظیم برکت والا ہے تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اے اللہ میں اس کے حق کے واسطے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں جو تو نے سائلین کا اپنے ذمے لے رکھا ہے۔ اور اس حق کا واسطہ جو تیری طرف چلنے پر میرے لیے ہے۔

۵۔ دورانِ سفر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں صلوٰۃ وسلام کی کثرت

کی جائے بلکہ اوقاتِ فراغت میں اس میں مستغرق ہو جائے۔ راستے میں آپ کے ساتھ نسبت رکھنے والے مقامات و آثار کی زیارت اور مساجد میں نماز ادا کرے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عمل جاری رکھا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اگر کوئی کوتاہی کرے تو اس پر گرفت کی جائے۔ کیونکہ علامات محبت میں ہے کہ محب اپنے محبوب کے بارے میں صرف تعریف سن سکتا ہے اس کی تنقیص ہرگز برداشت نہیں کرتا۔ لوگوں میں دیانۃً وہ عظیم ہوتا ہے۔ جو غیرت میں عظیم ہو غیرت کے بغیر محبت کا دعوٰی کذب و جھوٹ ہوتا ہے۔

۶۔ جب حرم مدینہ کے قریب پہنچ جائے اور اس کے نشانات نظر آنے لگیں تو خضوع و خشوع میں اضافہ کیا جائے اس پر خوشی کا اظہار کرے کہ حصولِ مطلب کا وقت آنے والا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا:

قرب الدیار یزید شوق لواله لا سیما ان لاح نور جماله

محبوب کا وطن قریب ہوا تو اس کی چوکھٹ پر پناہ لینے کا شوق مزید بڑھ گیا۔ خصوصاً جب محبوب کے جمال و حسن کا نور آشکار ہوا۔

او لبشر الحادی بان لاح النقا وبدت علی بعد رؤس جباله

حدی خواں نے یہ بشارت دی کہ حجاز کی سرزمین آگئی ہے اور اس کے پہاڑوں کی چوٹیاں دور سے نظر آنے لگی ہیں۔

فهناك عیل الصبر من ذی صبوة وبدا الذی یخفیه من احواله

وہاں صاحب محبت کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے اور اس کے مخفی احوال واضح ہو جاتے ہیں۔

اب درود و سلام میں مزید کثرت کر دے جب بھی مکانات، نشانات نظر آئیں، درود شریف پڑھتا رہے۔ جب قریب پہنچ جائے تو پیدل ہونا بہتر ہے کیونکہ

حدیث میں ہے کہ جب وفد عبد القیس نے رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو وہ تمام کے تمام اپنی سواریوں سے نیچے اتر آئے اور آپ نے انہیں منع نہیں فرمایا۔

شیخ ابوسلیمان داؤد لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ اللہ کے لیے تواضع اور حضور علیہ السلام کے احترام کے پیش نظر پیدل چلنے میں تاکید پیدا کرتا ہے بشرطیکہ ایسا ممکن ہو۔ الشفا میں ہے کہ شیخ ابوالفضل الجوہریؒ جب شہر مدینہ کے قریب پہنچے تو روتے ہوئے پیدل چل پڑے اور یہ اشعار پڑھنے لگے:

ولما رأینا رسم من لم یدع لنا　　فؤاداً لعرفان الرسوم ولا لبا

جب ہم نے اس محبوب کے آثار دیکھے جس نے ہمارے دل اور عقل کو ان کی معرفت کے لیے چھوڑا ہی نہیں۔

نزلنا عن الاکوار نمشی کرامۃً　　لمن بان عنہ ان نلم بہ رکباً

تو ہم سواریوں سے اتر کر اس کی عزت کی خاطر پیدل چل دیے سواری کی حالت میں حاضری سے دل نے انکار کر دیا۔

۷۔ جب زائر حرم مدینہ میں پہنچے تو صلوٰۃ وسلام کے بعد کہے، اے اللہ یہ وہ جگہ ہے جسے تو نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مقدس کے ذریعے حرم بنا دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیری بارگاہ میں عرض کیا تھا کہ اس حرم میں اس خیر و برکت کو دوگنا فرما جو تیرے گھر مسجد حرام میں ہے۔ اے اللہ مجھے آگ پر حرام فرما اور روز قیامت اپنے عذاب سے محفوظ فرما۔ مجھے وہ عطا فرما جو تو نے اپنے اولیاء اور اہل اطاعت کو عطا فرمایا ہے۔ مجھے حسن ادب، فعل خیرات اور ترک منکرات کی توفیق دے۔ اگر زائر ذوالحلیفہ کی طرف سے شہر مدینہ جا رہا ہو تو اسے چاہیئے کہ مسجد ذوالحلیفہ میں نفل ادا کیئے بغیر نہ گزرے۔

۸۔ شہر مدینہ میں داخل ہونے کے لیے غسل کرنا، صاف ستھرا لباس پہننا مستحب ہے۔ شوافع اور حنابلہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ قیس بن عاصم اور منذر بن ساوی التیمی کی احادیث میں اس کی تائید موجود ہے۔ احیاء علوم الدین میں ہے کہ شہر مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے زائر حرۃ کے کنویں پر غسل کرے اور صاف کپڑے پہنے۔ احناف میں سے کرمانی رح کہتے ہیں اگر دخول سے قبل نہ کیا جاسکا۔ تو بعد از دخول غسل کر لیا جائے لیکن بعض جاہل احرام سے مشابہت پیدا کرنے کے لیے سلے ہوئے کپڑے اتار لیتے ہیں۔ اس سے اجتناب کیا جائے۔

۹۔ جب شہر مدینہ نظر آئے اور سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا گنبد خضرا دکھائی دینے لگے تو اس کی عظمت اور فضیلت سے دل و دماغ باغ باغ ہونا چاہیے اور زائر یہ تصور بار بار ذہن میں لائے کہ یہ کتنی مقدس جگہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم کے لیے منتخب فرمایا۔ یہ وہ مقامات اور راستے ہیں جہاں آپ چلا کرتے تھے۔ یہ وہ شہر ہے جہاں ہر جگہ آپ کے مبارک قدم لگے۔ خشوع و خضوع، سکون و تعظیم کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے کیونکہ جس نے معمولی سی بے ادبی کا بھی ارتکاب کیا خواہ بلند آواز کی صورت ہی کیوں نہ ہو اعمال ضائع ہو جانے کا خطرہ ہے۔ اس پر افسوس کرے کہ مجھے دنیا میں آپ کی زیارت نصیب نہ ہوئی اور قیامت میں شاید گناہوں کی وجہ سے نہ ہو پھر اپنے گناہوں سے توبہ کر کے معافی مانگے اور یہ تہیہ کرے کہ آئندہ آپ کے نقش قدم پر چلوں گا۔ اسی سے آخرت میں کامیابی اور بارگاہ الٰہی میں قبولیت ہوگی۔

۱۰۔ جب شہر مدینہ میں داخل ہونے لگے تو یہ کہے، اللہ کے نام سے جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اللہ کی قوت کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ اے میرے رب مجھے بہتر طور پر داخل فرما اور بہتر طریقہ سے نکال اور میرے لیے اپنی طرف

سے کوئی مددگار عطا فرما۔ میں اللہ پر ایمان لایا۔ اللہ مجھے کافی ہے۔ وہ سب کچھ کہے جو گھر سے آتے وقت کہا تھا۔ دل میں شہر مدینہ کے شرف کا بار بار تصوّر لائے اور کہے کہ یہ شہر اور جگہ تمام مقامات سے بالاتفاق افضل ہے۔

ارض مشی جبریل فی عرصاتھا   واللہ شرف ارضھا وسماھا

یہ وہ زمین ہے جس پر جبریل امین چلتے تھے، اللہُ تعالیٰ نے اس کے پست اور بلند کو بڑا ہی شرف بخشا ہے۔

۱۱۔ حاضری کے لیے جانے سے قبل صدقہ دینا بہتر ہے۔ اولین فرصت میں مسجد نبوی میں جائے۔ اس کے علاوہ بغیر کسی ضرورت کے کسی جگہ نہ جائیے۔ جب آپ کا روضہ پاک نظر آجائے تو زائر ان تصوّرات میں ڈوب جائے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں ابوالفتوح جبریل علیہ السلام اترتے تھے یہاں ابوالغنائم میکائیل آتے تھے۔ یہ وحی اور نزول قرآن کی جگہ ہے۔ اس مقام کے مناسب خضوع وخشوع میں اضافہ کرے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ زائر باب جبریل کی طرف سے آئے کیونکہ اس سے داخلہ افضل ہے۔ (آپ کے مبارک قدم اسی طرف ہیں) جب مسجد میں داخل ہونے لگے تو دل کو ہر چیز سے فارغ کرلے۔ اور ذہن وضمیر کو اس عظیم ہستی کی طرف متوجہ کرے۔

شیخ ابوسلیمان داؤدؒ سے منقول ہے:

یقف یسیرًا کالمستأذن کما   زائر داخل ہونے سے پہلے چند لمحات
یفعلہ من یدخل علی العظماء   اس طرح رک جائے جس طرح بڑے لوگوں کے دربار میں اجازت کے لیے رکا جاتا ہے۔

دخول کے وقت دایاں پاؤں مسجد میں پہلے رکھے اور یہ پڑھے: میں عظیم رب کے دامنِ رحمت اور [illegible] قدیم میں پناہ لیتا ہوں لعنتی شیطان سے۔ اللہ کے نام

سے داخل ہوتا ہوں۔ تمام تعریف اللہ کے لیے ہے۔ اللہ کی قوت کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ اے اللہ ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو تیرے بندے اور رسول ہیں، رحمتوں کا نزول فرما آپ کی آل اور اصحاب پر بھی۔ اے اللہ میرے گناہ معاف فرما۔ اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دے۔ مجھے توفیق دے، میری رہنمائی فرما، میری مدد فرما ان چیزوں پر جو تیری رضا کا سبب ہیں۔ مجھے حسنِ ادب سے نواز۔

السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته، السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین!

جب مسجد میں آئے یا وہاں سے جائے سلام عرض کرے۔

۱۲۔ جب مسجد میں آئے اعتکاف کی نیت کرے اگرچہ مسجد میں تھوڑی دیر ٹھہرنا ہو پھر ریاض الجنہ میں بڑے خشوع وخضوع اور آنکھیں جھکا کر جائے۔ مسجد کی زینت وآرائش کی طرف متوجہ نہ ہو، اگر مصلّٰی رسول خالی ہو تو وہاں یا منبر کے قریب یا کسی جگہ دو رکعت نماز تحیۃ المسجد ادا کرے۔ ان میں سورۃ الکافرون اور اخلاص کی تلاوت کرے۔ اگر جماعت کے لیے تکبیر ہو جائے یا نماز کا وقت جا رہا ہو تو ایسی صورت میں فرض نماز ادا کرے اس سے تحیۃ المسجد ادا ہو جائے گی۔ پھر اللہ کی حمد وشکر کرے اس سے رضا، توفیق اور قبولیت کی دعا کرے، علماءِ احناف فرماتے ہیں کہ اللہ کی بارگاہ میں سجدہ شکر بھی بجا لائے۔ شیخ جمال بن المحب الطبری کی بھی یہی رائے ہے۔ اور اللہ کے حضور سخت آہ وزاری کے ساتھ عرض کرے کہ وہ زیارتِ نبوی کی برکات عطا فرمائے۔ تحیۃ المسجد کے دو رکعتیں پہلے تب ادا کرے اگر مواجھہ شریف سے نہیں گزرا اور اگر زائر پہلے مواجھہ شریف کی طرف گیا تو پہلے حاضری دے۔ بعض مالکی علماء نے اس بات کی تصریح کی ہے۔

کہ زیارت تحیۃ المسجد سے پہلے ہونی چاہیئے۔ دونوں طرح اجازت ہے لیکن
پہلی صورت پر یہ حدیث دلیل ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں
سفر سے واپس آیا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ سلام
عرض کیا۔ آپ نے فرمایا تو نے مسجد میں جاکر نماز ادا کی ہے؟ میں نے عرض کیا
نہیں۔ آپ نے فرمایا پہلے مسجد میں جاکر نماز ادا کر پھر آکر مجھے سلام دے۔
شیخ اللخمیؒ فرماتے ہیں کہ امام مالک کا قول یہ ہے کہ پہلے زائر تحیۃ المسجد ادا کرے
پھر حاضری دے۔
ابن حبیبؒ کہتے ہیں جب زائر داخل ہو تو بسم اللہ پڑھے اور حضور علیہ السلام کی خدمت
میں سلام عرض کرے۔ پھر نماز ادا کرے اگر کسی کا دخول اس دروازے کی طرف سے
ہو جو قبر انور کی جانب ہے تو وہاں کھڑے ہو کر سلام عرض کرے پھر لوٹ کر نماز کی
جگہ آجائے۔ ابن حبیبؒ کا سلام عرض کرنے سے مراد وہ سلام ہے جو مسجد میں داخل
ہوتے وقت کیا جاتا ہے کیونکہ حدیث میں ہے تم میں سے جب کوئی مسجد میں داخل
ہو تو اپنے آقا علیہ السلام کی خدمت میں سلام عرض کرے۔

۱۳۔ اس کے بعد اللہ سے توفیق مانگتے ہوئے ادب و احترام، خضوع و خشوع،
وقار و انکساری، آنکھیں جھکائے ہوئے، اعضاء ساکن و ساکت نماز کی طرح
دایاں ہاتھ بائیں پر رکھے ہوئے (کما قال الکرمانی) قبلہ کی جانب سے مواجھہ
شریف میں حاضر ہو جائے۔ آج کل وہاں سنہری جالی ہے۔ اسلاف حجرۂ انور
کے مسجد میں داخل ہونے سے پہلے اور بعد میں مقصورہ شریف کے اندر حاضری
دیتے تھے۔ اور ان کا وقوف قبرِ انور کے سر کی جانب چار ہاتھ کے فاصلے پر تھا۔
ابنِ عبد السلامؒ کے نزدیک تین ہاتھ کا فاصلہ تھا۔
ابنِ حبیبؒ کہتے ہیں کہ زائر قبرِ انور کے پاس قبلہ کی جانب سے جائے۔

الاحیاء میں بیان موقف کے بعد لکھا ہے کہ آپ کی خدمت میں اسی طرح حاضری دی جائے جس طرح آپ کی ظاہری حیات میں دی جاتی تھی ۔قبر انور کے زیادہ قریب نہ ہو ۔زائر کو اپنی نظریں نیچی رکھنی چاہئیں ۔مسجد کی زیب و زینت میں محو نہ ہو اور نہ ہی ادھر ادھر دیکھے ۔کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زائر کی حاضری، قیام اور زیارت سے آگاہ ہوتے ہیں

زائر اپنے ذہن میں آپ کی مبارک صورت کو محسوس کرے اور اپنے دل میں آپ کے عظیم مرتبے کو حاضر رکھے ۔پھر بڑے ہی پیار سے سلام عرض کرے ، نہ اس میں بلند آواز ہو اور نہ ہی زیادہ پست ۔

۱۴ ۔ پھر منبر شریف کے پاس آئے وہاں کھڑے ہو کر حسب توفیق اللہ کے حضور دعا و حمد کرے اور اللہ تعالیٰ سے خیر کا سوال کرے اور شر سے پناہ مانگے ۔یزید بن عبداللہ بن قسیطؒ فرماتے ہی کہ میں نے اصحاب رسول کو دیکھا جب وہ مسجد میں آتے تو آپ کے منبر کے پاس آتے ۔منبر کے جس درجہ (سیڑھی) کے ارد گرد کے حصے کو آپ کے دست اقدس نے چھوا تھا اسے پکڑتے اور مس کرتے ۔پھر قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ، دعا کرتے ۔ پھر مہاجرین کے ستون اور دیگر بابرکت ستونوں کے پاس دعا کرے ۔ ریاض الجنہ میں نماز اور دعا کی کثرت کرے ۔

۱۵ ۔ حجرہ انور کی دیوار سے دور رہے نہ اسے بوسہ دے اور نہ اس کا طواف کرے امام نوویؒ لکھتے ہیں ۔قبر انور کا طواف منع ہے ۔ اپنے پیٹ یا پشت کا اس کے ساتھ لگانا مکروہ ہے (قالہ الحلیمی وغیرہ) اس کو ہاتھ کے ساتھ مس کرنا یا بوسہ لینا مکروہ ہے بلکہ ادب یہی ہے کہ جس طرح ظاہری حیات میں انسان حاضری دیتا ہے اسی طرح بعد از وصال حاضری دے ۔یہی رائے صواب ہے اسی پر علماء کا اتفاق ہے ۔بعض لوگوں کا یہ خیال کہ ہاتھ کے ساتھ مس کرنا ، بوسہ لینا وغیرہ میں بہت

زیادہ برکت ہے۔ یہ محض جہالت وغفلت ہے کیونکہ برکت اس عمل میں ہوتی ہے جو شریعت کے مطابق ہو۔
الاحیاء میں ہے کہ مزارات کو مس کرنا اور بوسہ دینا یہود ونصاریٰ کی عادت ہے، زعفرانیؒ کہتے ہیں کہ یہ ایسی بدعات ہیں جن کو شریعت ناپسند کرتی ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کسی آدمی کو قبر انور پہ ہاتھ رکھے ہوئے دیکھا تو اسے منع کیا اور فرمایا کہ حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات میں یہ عمل معروف نہیں۔ احناف میں سے سروجی کا قول ہے کہ چہرہ انور کی دیوار کے ساتھ پیٹ نہ لگایا جائے اور نہ اسے مس کیا جائے۔ الشفاء میں احمد بن سعید الھندیؒ سے مروی ہے کہ زائر قبر انور کے ساتھ جسم نہ لگائے نہ اسے مس کرے اور نہ ہی زیادہ دیر کھڑا رہے۔ (تاکہ دیگر حاضری دینے والوں کے لیے جگہ بن جائے)۔ حنابلہ کی کتاب المغنی میں ہے قبر انور کی دیوار کے ساتھ مس کرنا اور اسے بوسہ دینا مستحب نہیں۔ ابوبکر الاثرمؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ بن حنبل سے پوچھا آپ کی قبر کے ساتھ مس کرنا کیسا ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں اسے نہیں جانتا۔ میں نے کہا منبر کے بارے میں کیا رائے ہے؟ فرمایا ہاں منبر کے بارے میں اسے روایات ہیں۔ ابوذئب حضرت ابن عمر کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ منبر کو مس کرتے تھے۔ حضرت سعید بن المسیبؓ کے بارے میں منقول ہے کہ منبر کی لکڑی سے مس کرتے۔ امام مالک کے شیخ یحیی بن سعید کے بارے میں ہے کہ جب انہوں نے عراق جانے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے پاس آئے۔ اس کے ساتھ مس کیا اور دعا کی اور اسے وہ پسند کرتے تھے۔ میں نے ابوعبداللہ سے کہا کہ لوگ تو قبر انور کی دیوار کے ساتھ جسم کو مس کرتے ہیں اور میں نے اہل مدینہ میں سے اہل علم کو دیکھا ہے۔ وہ مس نہیں کرتے۔ ایک طرف کھڑے ہو کر سلام عرض کرتے ہیں۔ ابوعبداللہ کہتے

لگے بات اسی طرح ہے۔ حضرت ابن عمر بھی اسی طرح کرتے تھے (نقلہ ابن عبد الباری عن تالیف شیخہ ابن تیمیہ) ابن عساکر نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ کثرت کے ساتھ قبر انور کو مس کرنا مکروہ ہے۔ اس قول میں تفصیل ہے کہ بطور محبت مس کرنے میں کوئی حرج نہیں ہاں کثرت مکروہ ہے۔

۱۶۔ قبر انور کے سامنے سلام کے لیے (رکوع کی حد تک) جھکنا بدعت ہے۔ بعض جہال اسے تعظیم تصور کرتے ہیں۔ قبر انور کے سامنے زمین کا بوسہ بھی درست نہیں۔ شیخ عزبن الجماعۃ کہتے ہیں کہ مجھے جاہل لوگوں سے ایسی بات کے ارتکاب پر تعجب نہیں۔ تعجب تو ان لوگوں پر ہے جو اسے غلط جانتے ہوئے اس کی تحسین کا فتویٰ دیتے ہیں۔ امام سمہودیؒ فرماتے ہیں میں نے ایک قاضی کو دیکھا۔ اس نے لوگوں کے سامنے ایسے کیا اور پیشانی زمین پر رکھ دی۔ دیکھنے والوں نے بھی اس کی اتباع کی۔

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم۔

۱۷۔ قبر انور (حجرہ انور) کی طرف پشت نہ کی جائے۔ نماز اور نماز کے علاوہ بھی اور نہ قبر انور کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی جائے۔

شیخ ابن عبد السلامؒ کہتے ہیں۔

اذا اردت صلاۃ فلا تجعل	اے زائر جب نماز ادا کرنے لگے
حجرتہ صلی اللہ علیہ وسلم	تو نہ آپ کی طرف پشت کر اور نہ
وراءَ ظہرك ولا بین یدیك	منہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب

ل‍ه بعض لوگوں کو دیکھا ہے وہ اس جگہ نماز ادا کرتے ہیں جو مواجہہ شریف کی طرف ہے حالانکہ اس صورت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پشت ہو جاتی ہے۔ لہٰذا زائرین کو اس بات کا خصوصی خیال رکھنا چاہئے۔

والادب معہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاتہ مثلہ فی حیاتہ فماکنت صانعہ فی حیاتہ فاصنعہ بعد وفاتہ من الاحترام و الاطراق بین یدیہ و ترک الخوض فی مالا ینبغی ان تخوض فیہ فی مجلسہ فان ابیت فانصرافک خیر من بقائک۔	وصال کے بعد وہی ہے جو ظاہری حیات میں تھا۔ جو احترام و طریقہ آپ کی ظاہری حیات میں کیا کرتا تھا، اب بھی اسی طرح کر اور اب ایسی باتوں میں مشغول نہ ہو جو بے فائدہ لایعنی ہوں جس طرح آپ کی ظاہری مجلس میں یہ جائز نہ تھا اگر تو ایسی چیزوں پر عمل نہیں کرتا تو تجھے یہاں حاضر رہنے سے واپس ہو جانا ہی بہتر ہے۔

شیخ الاذرعیؒ لکھتے ہیں حضرات انبیاء علیہم السلام کی قبور کی طرف رخ کر کے تبرکاً اور تعظیماً نماز حرام ہے۔ یہ بات صرف حضور علیہ السلام کی قبر انور کے لیے نہیں بلکہ تمام انبیا کی قبور کے لیے یہی حکم ہے۔ امام نوویؒ پر تعجب ہے کہ انہوں نے فرق کرتے ہوئے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی طرف نماز حرام اور باقی کی طرف مکروہ۔ جاہلوں کے اس عمل سے بھی اجتناب ضروری ہے کہ مسجد میں کھجور وغیرہ کھاتے ہیں اور اس کا بیج مسجد میں ڈال دیتے ہیں۔

۱۸۔ جب بھی روضہ پاک کے پاس سے گزرے خواہ خارج مسجد ہو کھڑے ہو کر سلام عرض کرے۔ شیخ ابو حازمؒ کہتے ہیں ایک شخص میرے پاس آئے اس نے مجھے بتایا کہ میں نے خواب میں رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا۔ اے ابو حازمؒ تو ہمارے پاس سے گزر جاتا ہے لیکن سلام نہیں کرتا۔ ابو حازمؒ کہتے ہیں اس کے بعد میں نے کبھی سلام ترک نہیں کیا۔

ابن رشد جامع البیان میں ذکر کرتے ہیں کہ امام مالک رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ ہر دفعہ گزرنے والا آپ کی خدمت میں سلام عرض کرے آپ نے فرمایا: گزرنے والا ہر دفعہ سلام عرض کرے۔ ہاں جب پاس سے نہیں گزرا تو ایسی صورت میں اختیار ہے۔ غیر مدنی کے بارے میں آپ سے پوچھا گیا کہ کیا وہ ہر روز حاضری دے؟ آپ نے فرمایا اس بات کا حکم نہیں لیکن جب واپسی کا ارادہ کرے تو حاضری دے۔ ابن رشد کہتے ہیں کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ غیر مدنی جب بھی گزرے، جہاں سے بھی گزرے سلام عرض کرے۔ ہاں پاس سے گزرنا ضروری نہیں۔ لیکن الوداعی حاضری کے وقت حاضر ہو کر سلام عرض کرے۔ مبسوط میں امام مالک سے ہے کہ اہل مدینہ جب مسجد میں آئیں یا وہاں سے جائیں تو ان کے لیے وقوف لازم نہیں ہاں ان کے علاوہ لوگوں کے لیے ہے۔ ہاں جو مدنی سفر سے واپس آیا یا سفر پر روانہ ہونے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اسے حاضر ہونا چاہیئے۔ وہ صلوٰۃ وسلام عرض کرے اور دعا کرے اور شیخین کی خدمت میں بھی حاضری دے۔ شیخ الباجی کہتے ہیں کہ اہل مدینہ اور غیر میں فرق ہے غیر مدنی کا مقصود ہی سلام ہے۔ اور اہل مدینہ کا مقصود سلام نہیں بلکہ وہ تو وہاں مقیم ہیں۔ امام سبکیؒ فرماتے ہیں کہ امام مالک کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ زیارت وحاضری نہایت ہی اعلیٰ وافضل عمل ہے مگر احتیاط کے پیش نظر کثرت کو مکروہ جانتے ہیں تاکہ بے ادبی نہ ہو جائے۔ باقی تینوں مذاہب میں زیارت اور اس میں کثرت مستحب ہے۔ کیونکہ خیر میں کثرت خیر ہی کہلاتی ہے۔

امام نوویؒ اذکار میں لکھتے ہیں:

یستحب الاکثار من	زیارت نبوی میں کثرت مستحب ہے
زیارۃ وان یکثر الوقوف	اسی طرح اہل فضل وخیر کے قبور کے

عند قبو راهل الخير و الفضل ۔	پاس کثرت کے ساتھ ٹھہرتا۔

شیخ عبداللہ بن عقیلؒ بیان کرتے ہیں :

کنت اخرج کل لیلۃ من آخر اللیل حتی اتی المسجد فابدا بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فاسلم علیہ	میں روزانہ ہر رات کے آخری حصہ مسجد نبوی جاتا ہوں اور سب سے پہلے اپنے آقا علیہ السلام کے حضور سلام عرض کرتا ہوں ۔

شیخ ابن زیاد، عبدالعزیز بن محمد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے اہل مدینہ میں سے ایک شخص دیکھا جس کا نام محمد بن کیسان تھا ۔

یاتی اذا صلی العصر من یوم الجمعۃ ونحن جلوس مع ربیعہ فیقوم عند القبر فیسلم و یدعو حتی یمسی فیقول جلساء ربیعہ انظروا الی ما یصنع ھذا فیقول دعوہ فانما للمرء ما نوی ۔	ہم شیخ ربیعہ کے پاس ہوتے تھے ہر جمعہ کو عصر کی نماز کے بعد یہ شخص آپ کی قبر انور کے پاس حاضر ہو جاتا سلام عرض کرتا، دعا کرتا ۔ یہاں تک کہ شام ہو جاتی ۔ شرکاء مجلس دیکھ کر تعجب کرتے ۔ حضرت ربیعہ کہتے کہ تم اسے چھوڑ دو ہر انسان اپنی نیت کا ثمر پاتا ہے ۔

۱۹۔ کثرت کے ساتھ درود وسلام پڑھنا اور ان دنوں روزہ رکھنا غنیمت ہے ۔ پانچوں وقت نماز آپ کی مسجد میں باجماعت ادا کرے ۔ مسجد نبوی میں نوافل کی کثرت کرے ۔ خصوصاً مسجد کے اس حصے میں کوشش کر کے بیٹھے جو قدیم مسجد ہے ۔ اور ان مقامات پر جو بابرکت ہیں ۔ مسجد میں وقوف غنیمت جانے ہاں

کوئی اور مصلحت ہو تو پھر کسی اور جگہ جانے میں کوئی حرج نہیں ۔ جب بھی مسجد میں داخل ہو اعتکاف کی نئے سرے سے نیت کرے ۔ مسجد میں رات بسر کرنے کی کوشش کرے ۔ اگرچہ ایک رات ہو اور اس میں جاگ کر عبادت کرے ۔ اور قیام کے دوران قرآن مجید بھی ختم کرے ۔ سعید بن منصور نے ابو مخلد سے نقل کیا ہے کہ اسلاف ان تین مساجد میں ختمِ قرآن کے عمل کے ساتھ محبت کرتے تھے ۔

شیخ مجد الدین فیروز آبادی زائر کو نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

ویدیم النظر الی الحجرۃ	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ انور کو
الشریفہ فانہ عبادۃ	ہمیشہ دیکھتے رہنا عبادت ہے جسطرح
قیاساً علی الکعبۃ فاذا	کعبہ کا دیکھنا ۔ جب زائر مسجد سے
کان خارج المسجد ادام	باہر ہو تو آپ کے گنبد خضرا کو تکتا
النظر الی قبتھا مع المھابۃ	رہے ۔ ہاں ادب و حضور کا خیال
والحضور ۔	رکھے ۔

۲۰ ۔ آپ کی خدمتِ اقدس میں سلام کے بعد ہر روز جنت البقیع جانا مستحب ہے ۔ خصوصاً جمعہ کے دن (قالہ النووی)

جب بقیع پہنچ جائے تو یہ دعا کرے ۔ السلام علیکم دار قوم مؤمنین ۔ ہم انشاءاللہ آپ کے پاس آنے والے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ آگے گزر جانے والوں اور پچھلے آنے والوں پر رحم کرے ۔ اے اللہ یہاں مدفون لوگوں کے درجات بلند فرما اور ان کے گناہ معاف فرما دے ۔ ان کے اجر سے ہمیں محروم نہ رکھ ۔ ان کے بعد ہمیں فتنے میں نہ ڈال ۔ اے اللہ ہمیں اور انہیں معاف فرما دے وہاں موجود قبور کی زیارت کرے امام نوویؒ نے یہ تصریح نہیں کی کہ کس سے ابتدا

کرے۔ شیخ برہان بن فرحونؒ کہتے ہیں کہ ابتدا حضرت عثمان بن عفان کی خدمت سے کی جائے کیونکہ آپ وہاں مدفون تمام لوگوں سے افضل ہیں۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے صاحبزادے سیّدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کے مزار سے ابتدا کی جائے

۲۱۔ شہر مدینہ میں قیام کے دوران اس کی جلالت و عزت کا ہمیشہ خیال رکھے۔ یہ تصور کرے کہ یہاں جبریل بار بار اللہ کا پیغام وحی کی صورت میں لے کر آتے تھے۔ جہاں تک ممکن ہو پیدل چلے۔ کسی چار پائے پر سوار نہ ہو۔ امام مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے۔ آپ شہر مدینہ میں سوار نہیں ہوتے تھے۔ اور کہتے تھے:

استحی من اللہ تعالیٰ	میں اللہ تعالیٰ سے اس بارے میں
ان اطاء تربۃ فیھا رسول	حیا کرتا ہوں کہ میری سواری کے پاؤں
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	اس جگہ کو روندیں جس جگہ آپ صلی اللہ
بحافر دابۃ	علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔

دوسری روایت میں الفاظ یہ ہیں:

اخشی ان یقع حافر الدابۃ	مجھے اس بات سے ڈر لگتا ہے کہ کہیں
فی محل مشی رسول اللہ صلی	چار پائے کا پاؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ علیہ وسلم فیہ	کے نقش پا پر نہ آجائے۔

مدت اقامت میں اپنے آپ کو خشیت و تعظیم کا پیکر بنائے۔ تواضع اختیار کرے۔ اور آواز کو پست رکھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "ان الذین یغضون اصواتھم الایۃ" جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حلف اٹھالیا کہ میں آئندہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سرگوشی کی صورت

میں ہی گفتگو کروں گا۔ یعنی ہرگز آواز بلند نہ کروں گا اور آپ کی عزت و حرمت بعد از وصال بھی وہی ہے جو قبل از وصال تھی۔

۲۲ اہل مدینہ سے محبت کرے خصوصاً وہاں کے علماء، صلحاء اور خدام سے اسی طرح عوام و خواص سے حتیٰ کہ اس کا بھی احترام کرے جس میں پڑوسی ہونے کے علاوہ کوئی صفت نہ ہو۔ آپ کا پڑوسی ہونا خود بڑی عزت ہے اور آپ نے پڑوسی بننے کی ترغیب دی ہے اس میں کوئی مخصوص پڑوسی مراد نہیں خواہ کوئی ہو۔ جب کسی شخص کا پڑوسی ہونا ثابت ہو گیا تو اب اس کے دیگر اعمال نہیں بلکہ اس کا پڑوسی ہونا اسے ذی احترام بنا دیتا ہے کیونکہ برائی اسے پڑوسی ہونے سے خارج نہیں کر دیتی۔ جب تک کوئی شخص کسی مقام میں رہتا ہے۔ اس مقام کی وجہ سے بھی اسے شرف ملتا ہے خواہ وہ کوئی مقام ہو یہاں تو امید کی جا سکتی ہے کہ اس کا خاتمہ بالایمان ہوگا اور اس قربِ ظاہری کی وجہ سے قربِ معنوی کے حصول کی توقع کی جا سکتی ہے۔

فیا ساکنی اکناف طیبۃ کلکم الی القلب من اجل الحبیب حبیب

اے طیبہ شہر کے علاقوں میں رہنے والو! تم تمام کے تمام حبیب کے قریبی ہونے کی وجہ سے محبوب ہو۔

علماء نے تصریح کی ہے کہ حسبِ استطاعت اہل مدینہ کی خدمت کرنا خصوصاً آپ کے اقارب کی۔ حدیث میں ہے۔

اذکرکم اللہ فی اھل بیتی میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔

۲۳۔ جب واپسی کا دن ہو مصلیٰ نبوی یا اس کے قریب دو رکعات نماز کے ساتھ مسجد کو الوداع کہا جائے اس نماز اور حمد و صلوٰۃ کے بعد یہ دعا کرے اے

اللہ میں تجھ سے اس سفر میں نیکی اور تقویٰ کا سوال کرتا ہوں اور ایسے عمل کا جو تجھے محبوب و پسند ہے اور جو مانگنا چاہے مانگے اور یہ بھی عرض کرے۔

اللھم لا تجعله آخر العهد	اے اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
لهذا المحل الشريف۔	اقدس میں میری یہ حاضری آخری نہ ہو!

دعا کا اختتام حمد، صلوٰۃ وسلام پر کرے پھر آپ کی خدمت عالیہ میں حاضری دے اور عرض کرے۔

نسألك يا رسول الله ان	یا رسول اللہ آپ کی خدمت میں ہماری
تسأل الله ان لا يقطع آثارنا	گذارش ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے سوال
من زيارتك وان يعيدنا	کریں کہ ہماری زیارت کو منقطع نہ فرمائے۔
سالمين وان يبارك لنا فيما و	اور ہمیں واپسی پر سلامتی نصیب ہو اپنے
هب لنا ويرزقنا الشكر	عطیات میں مزید برکت عطا فرمائے۔
على ذلك اللهم لا تجعله	اور ان پر شکر کی توفیق بخشے اپنے محبوب
آخر العهد بحرم رسولك	صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس اور آپ
صلى الله عليه وسلم و	کے حرم میں یہ آخری حاضری نہ ہو۔
حضرته الشريفه ديسرلى	ہمیں پھر بھی حرمین میں آنا نصیب ہو
العود الى الحرمين سبيلاً	دنیا و آخرت میں معافی عطا فرما۔

سهلة وارزقنى العفو والعافية فى الدنيا والاخرة۔

شیخ کرمانی کی رائے یہ ہے کہ آپ کی خدمت میں الوداعی حاضری مسجد کی الوداعی سے پہلے ہونی چاہیئے لیکن اول قول مشہور ہے۔ حدیث میں آچکا ہے۔

كان لا ينزل منزله الا	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ
ودعه بركعتين۔	الوداعی کے وقت دو رکعت نماز ادا

کرتے ۔

پھر زائر اس حال میں واپس لوٹ آئے کہ فراق اور برکات کے فوت ہونے پر غمگین اور پریشان ہو اس موقعہ پر اہل محبت کے آنسوؤں کے دریا بہہ جاتے ہیں اور ان کے باطن سے سرد آہیں سرزد ہوتی ہیں اور وہ ہمیشہ زندگی اسی شوق میں بسر کرتے ہیں ۔۔۔ کہ ہمیں یہ حاضری نصیب ہوگی ان کا دل اس وطن کی محبت میں تڑپتا رہتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا۔

احن الی زیارۃ حی لیلی وعهدی من زیارتها قریب

مجھے لیلیٰ کے علاقے کی زیارت کا شوق ہوا ۔ اس کی زیارت گاہ قریب تھی ۔

وکنت اظن قرب الدیار یطفی لهیب الشوق نار دار اللهیب

میں نے سمجھا کہ اس کا قریب ہونا شوق و محبت کی آگ کو بجھا دے گا مگر اس نے اس میں اضافہ کر دیا ۔

حرم شریف یا کسی اور مقام سے مٹی ساتھ نہ لائے بلکہ اپنے اہل، اخوان کے لیے کوئی اور ہدیہ لے جائے ۔ اور اس کے لیے شہر مدینہ کے پھل ۔ کھجور اور اس کے کنوؤں کا پانی سب سے بہتر ہدیہ ہے ۔

۴۲۔ وہاں سے واپسی کے موقعہ پر صدقہ دے ۔ ہمیشہ تقویٰ پہ زندگی بسر کرنے کا عہد کرے ۔ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے لیے تیاری کا ارادہ کرے ۔ آئندہ گناہوں سے سخت مفارقت اور دوری اختیار کرے کیونکہ دوبارہ گناہوں میں مبتلا ہونا کسی مرض کے لاحق ہونے سے بدتر ہے ۔ اللہ کے ساتھ کیے ہوئے وعدے میں وفا کی جائے ۔ اس میں خیانت واثم سے بچا جائے ۔

فمن نکث فانما ینکث علی نفسه ومن اوفی بما